توحید کیا ھے

شیخ الاسلام محمدؒ بن عبدالوہابؒ

محمد صدیق کرنانیؒ
سکریٹری سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ جموں وکشمیر
جمعیۃ منزل، بربرشاہ، سری نگر ۱۹۰۰۰۱ کشمیر

Scanned with OKEN Scanner

کشف الشبہات فی التوحید

توحید کیا ہے؟

مجدد الدعوة الاسلامیة شیخ الاسلام

الامام محمد بن عبد الوہاب التمیمی رحمہ اللہ

۱۵ شعبان ۱۱۱۵ھ ۲۵ اگست ۱۷۰۳ء جمعہ، عیینہ (سعودی عرب)

۳۰ ذی قعدہ ۱۲۰۶ھ ۲۲ جون ۱۷۹۲ء دوشنبہ درعیہ (سعودی عرب)

ترجمہ و تفہیم

عطاء اللہ ثاقب

محمد صدیق کرنانی
سیکریٹری سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ جموں وکشمیر
جمعیة منزل بربرشاہ، سری نگر ۱۹۰۰۰۱ کشمیر

مفت برائے تقسیم

Scanned with OKEN Scanner

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک دردمندانہ گزارش

آج الحاد اور خدا فراموشی کا ایک پرفتن دور ہے روحانی اور اخلاقی قدروں کو پامال کیا جا رہا ہے۔ انسان جو اشرف المخلوق تھا ارذل المخلوق بنا ہے۔ زن، زر اور زمین کے لالچ نے انسان کو انسان کا شکاری بنا دیا ہے۔ ایٹم بموں میزائلوں اور کیمیاوی ہتھیاروں کے موجدوں نے خون انسانی کو ارزاں کر دیا ہے۔ اس پر تعجب کی بات یہ کہ یہی الحاد پسند اور سفاک دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے یہ کہتے پھرتے ہیں کہ دنیا میں کوئی جھگڑا، نزاع اور اختلاف ہے تو وہ صرف مذہب کی وجہ سے ہے اس لئے مذہب کو دنیا سے ختم کیا جانا ضروری ہے اس مکروہ پروپیگنڈے کا سب سے بڑا ہدف ونشانہ اسلام کو بنایا جا رہا ہے اس اسلام کو جو پوری انسانیت کے لئے امن وسلامتی کا پیغامبر ہے جس اسلام کا پیغمبر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جس نے اس ٹریجڈی کے علاوہ دوسری الم انگیز بات یہ ہے کہ مسلمان اپنے دین ومذہب سے بے اعتنائی برت رہا ہے۔ سنت رسول اللہ جس پر اسلام کی پوری عمارت کھڑی ہے، سے انحراف کر رہا ہے خصوصاً ہماری نئی نسل جو جدید تعلیم سے آراستہ ہو رہی ہے لادینی افکار ونظریات سے متاثر ہو کر ننگ اسلام بن رہی ہے۔ ایسے حالات میں قرآن وسنت کی تعلیمات کو عام کرنے کی کس درجہ ضرورت ہے محتاج بیان نہیں سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ کا قیام اسی لئے عمل میں لایا گیا ہے تاکہ اس کے ذریعہ ایسا لٹریچر فراہم کیا جائے جو نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ پوری انسانیت کیلئے باعثِ ہدایت ورحمت ہو۔ خالق ومخلوق کے تعلقات کو استوار کر کے الحاد وزندقہ شرکیات وبدعات، ظلم وناانصافی، فحاشی وعریانی اور دوسری برائیوں کے زہر کو زائل کرنے میں مؤثر ثابت ہو۔ حق تعالیٰ شانہ ہمیں اس نیک مقصد میں کامیابی عطا فرمائے۔

سکریٹری
سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ جموں وکشمیر
جمعیۃ منزل، بربرشاہ
سری نگر ۱۹۰۰۰۱ کشمیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اپنی بات

توحید کے عظیم داعی اور مصلح شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ (۱۱۱۵-۱۲۰۶ھ - ۱۷۰۳-۱۷۹۲ء) کو جتنا بدنام کرنے کی کوشش کی گئی ہے اتنا شاید ہی کسی دوسرے داعئ حق کو بدنام کیا گیا ہو لیکن حق کی یہ فطرت ہے کہ وہ سربلند ہو کر رہتا ہے۔ شیخ کی تحریک کو ان کی اپنی زندگی ہی میں اہم مقام حاصل ہو گیا تھا۔

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ ۱۱۱۵ھ مطابق ۱۷۰۳ء میں عینہ میں پیدا ہوئے۔ عینہ سعودی عربیہ کے دارالسلطنت ریاض کے شمال میں واقع ہے۔

شیخ نے قرآن وحدیث اور فقہ کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ بچپن ہی سے آپ کو شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۶۶۱ - ۷۲۸ھ - ۱۲۶۳ - ۱۳۲۸ء) اور شیخ الاسلام امام ابن قیم الجوزیہ (۶۹۱ - ۷۵۱ھ - ۱۲۹۲ - ۱۳۵۰ء) کی کتابوں کے پڑھنے کا بڑا شوق رہا۔ چنانچہ وہ ان بزرگوں کی کتابوں کا خوب مطالعہ کیا کرتے تھے۔ والد محترم کے علاوہ شیخ نے مدینہ منورہ کے ممتاز عالم شیخ عبداللہ بن سیف رحمہ اللہ اور دوسرے علمائے حق سے بھی تحصیل علم کیا اور اس کے لئے بلاد اسلامیہ کا سفر اختیار کیا۔

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ اپنے وطن نجد میں گمراہ کن عقائد اور غیر اسلامی رسوم کا رواج دیکھ کر بے چین ہو گئے اور پوری قوت کے ساتھ لوگوں کو حق کی دعوت دینے کے

Scanned with OKEN Scanner

لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس وقت حالت یہ تھی کہ عوام تو عوام نجد و حجاز کے بہت سے علماء بدعات میں ملوث تھے۔ نجد کی سیاسی حالت بھی ابتر تھی۔

شیخ نے اپنی قوم کو حق کی دعوت دینی شروع کی تو انھیں بڑی بڑی مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ احساء کے حاکم نے عینہ کے حاکم کو شیخ اور ان کے ہمنواؤں کی مخالفت پر آمادہ کیا جس کے نتیجے میں شیخ کو شہر سے نکل جانا پڑا۔ شیخ درعیہ پہنچے اور وہاں قیام فرمایا۔ وہاں آپ نے امیر محمد بن سعودؒ کے سامنے اپنی دعوت پیش کی۔ امیر نے شیخ سے دعوت الی اللہ اور شعائر دین کے قیام پر بیعت کر لی۔ شیخ نے نجد کے مختلف رؤسا اور قاضیوں کو بھی دعوتی خطوط بھیجے۔ آپ پوری سرگرمی کے ساتھ دعوتی کاموں اور علمی رسالوں کی تالیف و اشاعت کے کام میں مصروف رہنے لگے۔ ادھر مخالفت میں بھی تیزی آتی گئی۔ مجبوراً شیخ اور امیر محمد بن سعودؒ کی دعوت کو طاقت حاصل کرنے کے لئے عزم جہاد کرنا پڑا۔ بالآخر امیر عبد العزیز محمد بن سعودؒ کے ہاتھ ریاض فتح ہوا۔ سلطنت کے وسیع ہونے کے ساتھ مشکلات رفع ہو گئیں۔

شیخؒ نے امور عامہ کو امیر عبد العزیز بن سعودؒ کے سپرد کر کے خود درس و تدریس، علمی کاموں اور عبادت میں منہمک ہو گئے لیکن امیر محمد بن سعودؒ اور ان کے صاحبزادے عبد العزیزؒ شیخ کے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہ کرتے۔ ہر معاملے میں شیخ سے اس کا شرعی حکم دریافت کرتے۔

شیخ وسیع المطالعہ، حامی سنّت، بدعت کے مٹانے والے، عاقل اور نہایت حلیم و بردبار تھے۔

شیخ کی تصانیف کثیر ہیں جن میں سے چند کے نام یہ ہیں:

کتاب التوحید الذی ہو حق اللہ علی العبید، کشف الشبہات، شرح کبیر، مختصر صحیح

بخاری، مختصر زاد المعاد، مختصر تفسیر سورۃ الانفال، نصیحۃ المسلمین باحادیث خاتم المرسلین۔
آپ کی تحریک سے نہ صرف اہلِ نجد توحید خالص کی طرف پلٹے بلکہ شیخ کی دعوت نے ان کے بکھرے ہوئے شیرازے کو بھی یکجا کر دیا اور سب ایک جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے نجد کے علاوہ بیرونی دنیا پر بھی شیخ کی دعوت کا غیر معمولی اثر پڑا۔

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ اپنا عقیدہ خود بیان کرتے ہیں:

"میں اس پر ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اور خاتم المرسلین ہیں۔" (الدرر السنیہ ج۔ ا ص۲۹)

ایک اور جگہ اس طرح فرماتے ہیں:

"انبیاء علیہم السلام کا ہم پر حق یہ ہے کہ ان پر اور جو کچھ وہ لے کر آئے ہیں اس پر ایمان لایا جائے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور سب سے افضل ہیں۔" (الدرر السنیہ ج۔ ۲۰ ص۸۱)

بڑی اور اہم شخصیتوں نے شیخ کی عظمت اور ان کی خدمات کا اعتراف کیا ہے علامہ سید محمود شکری آلوسیؒ نے لکھا ہے:

"شیخ صحیح معنوں میں عالم تھے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان کا شیوہ تھا۔"

(تاریخ النجد)

علامہ امیر شکیب ارسلانؒ نے لکھا ہے:

"میرا خیال ہے کہ شیخ نے بھی وہی باتیں کہی ہیں جو شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے کہی تھیں۔" (حاضر العالم الاسلامی)

علامہ رشید رضاؒ نے لکھا ہے:

Scanned with OKEN Scanner

شیخ محمد بن عبد الوہابؒ ان ہی عادل مجددین میں سے ایک تھے جو توحید خالص اور الہ واحد کی بندگی کی طرف بلانے کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔"

(صیانۃ الانسان)

شیخ محمد بشیر شہسوانیؒ ہندی نے لکھا ہے:

"اللہ تعالیٰ نے شیخ کی دعوت سے شرک کے نشانات مٹا دیئے۔"

(صیانۃ الانسان عن وسوسۃ وحلان)

اسی طرح کے احساسات کا اظہار ڈاکٹر طٰہٰ حسینؒ، مصری عالم احمد امینؒ، مفتی محمد عبدہؒ وغیرہم نے بھی کیا ہے۔

انگریز مورخین اور مستشرقین نے بھی شیخ کے کارناموں کو دقیع قرار دیا۔

وفات کے وقت شیخؒ نے اپنے پیچھے چار بیٹے چھوڑے۔

١۔ حسین: یہ سب سے بڑے اور والد کے جانشین سمجھے جاتے تھے، درعیہ کے قاضی اور جامع مسجد کے امام تھے۔ ١٢٢٤ھ میں انتقال ہوا۔

٢۔ عبداللہ: یہ صاحب علم اور لائق مصنف تھے حسین کے بعد آپ ہی ان کے جانشین ہوئے، بڑے مجاہد تھے ١٢٣٣ھ کے اواخر میں جیل میں شہادت پائی۔

٣۔ علی: علم، زہد اور تقویٰ میں ممتاز تھے علوم دینیہ پر کافی دسترس تھی۔ آپ کے لئے عہدۂ قضا پیش کیا گیا مگر تقوای نے اجازت نہ دی کم سنی میں ہی فوت ہو گئے۔

٤۔ ابراہیم: یہ بھی صاحب علم تھے کتاب التوحید پڑھاتے تھے، عہدۂ قضا سے الگ رہے ١٢٢٤ھ میں انتقال ہوا۔

ناشر

Scanned with OKEN Scanner

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ربِّ کائنات آپ پر اپنی رحمتوں کی بارش کرے ۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ توحید صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کا نام ہے جو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا دین ہے ۔ جسے اللہ تعالیٰ نے ان کو دیکر اپنے بندوں کی طرف مبعوث فرمایا ۔ سب سے پہلے رسول حضرۃ نوح علیہ السلام تھے جو اپنی قوم کی طرف اُس وقت بھیجے گئے جب کہ اُنہوں نے وَدّ ، سواع ، یغوث ، یعوق اور نسر جیسے صلحا کے بارے میں غلو سے کام لیا اور آخری رسُول رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے اِن صلحاء کی مورتیوں کو توڑا ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان لوگوں طرف مبعوث فرمایا جو عبادت الٰہی کے لیے جنگلوں اور پہاڑوں میں نِکل جاتے ، حج کرتے ، صدقہ وخیرات کرتے اور کثرت سے ذکرِ الٰہی کیا کرتے تھے ۔ لیکن بعض صالحین ملائکہ عیسٰی اور مریم وغیرہ کو اپنے اور اللہ تعالےٰ کے درمیان واسطہ بناتے اور یہ کہتے کہ ہم ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں ان سے شفاعت چاہتے ہیں ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تاکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین

کی تجدید کریں اور بتائیں کہ یہ تقرّب اور اعتقاد صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ یہ نہ تو کسی مقرّب فرشتے کا حق ہے نہ کسی نبی مُرسل کا۔ چہ جائے کہ کوئی اَور ہو۔ ورنہ یہ مشرک لوگ اقرار کرتے تھے کہ خالق اور رازق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں رزق، زندگی اور موت صرف اسی کے اختیار میں ہے، کائنات کے تمام امور کا انتظام وُہی کرتا ہے ساتوں آسمان اور ان کے اندر کی مخلوق اور ساتوں زمینوں اور ان کے اندر کی مخلوق سب اللہ تعالیٰ کی غلام اور اس کے تصرّف اور غلبہ کے تحت ہے۔ اگر آپ اس کی دلیل چاہیں تو درج ذیل آیات کو پڑھیں اور غور کریں:

قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ ۚ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ ۚ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ۝

(یونس : ۳۱)

(اُن سے) پُوچھو کہ تم کو آسمان اور زمین میں رزق کون دیتا ہے یا (تمُہارے) کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے اور بے جان سے جاندار کون پیدا کرتا ہے۔ اور جاندار سے بے جان کون پیدا کرتا ہے۔ اور دُنیا کے کاموں کا انتظام کون کرتا ہے۔ جھٹ کہہ دیں گے کہ اللہ۔ تو کہو کہ پھر تم (خدا سے) ڈرتے کیوں نہیں۔

قُلْ لِمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَآ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

کہو کہ اگر تم جانتے ہو تو (بتاؤ کہ) زمین اور جو کچھ زمین میں ہے (سب) کس کا مال ہے؟

سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ۚ قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝

جھٹ بول اٹھیں گے کہ خدا کا۔ کہو کہ پھر تم سوچتے کیوں نہیں؟

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ۝

(المؤمنون: ۸۴ تا ۸۹)

(اِن سے) پُوچھو کہ سات آسمانوں کا مالک کون ہے اور عرش عظیم کا کون مالک ہے بے ساختہ کہہ دیں گے کہ (یہ چیزیں) خُدا ہی کی ہیں۔ کہو کہ پھر تم ڈرتے کیوں نہیں۔ کہو کہ اگر تم جانتے ہو تو (بتاؤ کہ) وُہ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہی ہے اور وُہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابل کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا؟ فوراً کہہ دینگے کہ (ایسی بادشاہی تو) خُدا ہی کی ہے کہو کہ پھر تم پر جادُو کہاں سے پڑ جاتا ہے۔؟

یہ بات ثابت ہوگئی کہ وُہ مندرجہ بالا آیات میں مذکور اشیا کا اقرار کرتے تھے اس کے باوجُود وُہ اس توحید میں داخل نہیں سمجھے گئے جس کی رسُول اللہ ﷺ نے دعوت دِی تھی۔

یہ بھی معلوم ہُوا کہ وُہ لوگ جس توحید کا انکار کرتے تھے وُہ توحید عبادت ہے جس کو ہمارے دُور کے مشرک "اعتقاد" کہتے ہیں۔ وُہ جہاں اللہ تعالیٰ کو پُکارا کرتے وہاں بعض لوگ فرشتوں کو بھی پُکارا کرتے تھے بایں معنی کہ وُہ اللہ کے مقرب ہیں اور ہماری سفارش کریں گے۔ یا کسی صالح انسان کو پُکارتے جیسے لات وغیرہ یا کسی نبی کو پکارتے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام

یہ بھی معلوم ہوگیا کہ رسُول اللہ ﷺ نے اِسی شرک پر ان سے جنگیں لڑیں اور اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کی دعوت دِی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

Scanned with OKEN Scanner

وَأَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰهِ أَحَدًا ۝ (الجن: ۱۸)

اور یہ کہ مسجدیں خاص خدا کی ہیں تو خدا کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو۔

لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۖ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ بِشَيْءٍ (الرعد: ۱۴)

سُود مند پکارنا تو اسی کا ہے اور جن کو یہ لوگ اس کے سوا پکارتے ہیں وُہ اِن کی پکار کو کسی طرح قبول نہیں کرتے۔

یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے اس لیے جنگ کی کہ صرف اللہ تعالیٰ کو پکارا جاتے، جانور اسی کے نام پر ذبح ہوں، نذریں اسی کے نام کی ہوں۔ فریادیں اسی سے کی جائیں۔ نیز عبادت کی تمام اقسام صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہوں۔

یہ بھی معلوم ہو گیا کہ توحیدِ ربوبیت کے اقرار نے ان کو اسلام میں داخل نہیں کیا اور وُہ لوگ جو فرشتوں، نبیوں، یا ولیوں کا قصد کرتے تھے وُہ صرف ان کی سفارش کے ذریعہ قربِ خداوندی حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اسی عقیدہ کی رُو سے ان کا مال مباح اور ان کو قتل کرنا حلال ٹھہرا۔ اب آپ کو اس توحید کا علم بھی ہو گیا جس کی دعوت انبیاء کرام دیا کرتے تھے۔ لیکن مشرکین نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اسی توحید کو لا الٰہ الا اللہ میں سمو دیا گیا ہے۔

مشرکین کے ہاں اِلٰہ وُہ ہے جس کی طرف مندرجہ بالا امور کی انجام دہی کے لیے رجوع کیا جاتے۔ خواہ وُہ کوئی نبی مرسل ہو یا فرشتہ، ولی ہو یا بزرگ۔ درخت ہو یا پتھر۔ قبر ہو یا کوئی جن وغیرہ۔

مشرکین۔ خالق، رازق، اور مُدبّر الامور ہونے کو اِلٰہ نہیں سمجھتے تھے بلکہ اُن کو علم تھا کہ ان تمام اوصاف کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے اُن کے ہاں اِلٰہ کا مفہوم بالکل وہی تھا جو آجکل کے مشرکین کسی کو السیّد کے لقب سے

یاد کر کے مفہوم لیتے ہیں۔

چنانچہ رحمتِ کائنات ﷺ ان کے پاس تشریف لائے۔ ان کو کلمہ توحید کی دعوت، دی۔ یہ بھی یاد رہے کہ لا الٰہ الا اللہ سے محض الفاظ کا اقرار نہیں بلکہ اس کا معنی و مفہوم مُراد ہے۔

کافر جاہل بھی یہ جانتے تھے کہ کلمہ توحید سے رسُول اللہ ﷺ کی مراد یہ ہے کہ تعلق صرف اللہ تعالےٰ سے ہو اور اس کے سوا جس جس کی عبادت ہو رہی ہے اس کا انکار اور اس سے بیزاری کا اظہار کیا جائے۔

اِسی لیے جب رسُول اللہ ﷺ نے اُن سے کہا کہ لا الٰہ الا اللہ کہو تو کہنے لگے:

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝ (ص : ۵)

کیا اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا دیا۔؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے

جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ جاہل کافر بھی کلمہ توحید کو خُوب سمجھتے تھے تو اس شخص پر تعجب ہے جو اسلام کا مدعی تو ہے لیکن وُہ کلمہ توحید کی اِتنی تفسیر بھی نہیں جانتا جس قدر کہ جاہل کافر جانتے تھے۔ بلکہ یہ خیال کرے کہ دلی اعتقاد اور مفہوم سمجھے بغیر صرف الفاظ کا ادا کرنا ہی کافی ہے اور ان میں سے سب سے زیادہ پڑھا لکھا اور عقلمند شخص یہ سمجھتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کا معنی یہ ہے کہ خالق، رازق اور کائنات کا انتظام کرنے والا صرف اللہ تعالےٰ ہے۔

تو ایسے شخص میں کوئی خیر اور بھلائی نہیں جس سے بڑھ کر جاہل کافر بھی لا الٰہ الا اللہ کے مفہوم کو زیادہ بہتر جانتے تھے۔

جب آپ نے میری مندرجہ بالا گزارشات کو سمجھ لیا اور اس شرک کو بھی اچھی طرح سمجھ لیا جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

Scanned with OKEN Scanner

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ (النسآء: ۴۸)	خُدا اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے۔

نیز اللہ تعالیٰ کے اس دین کو بھی جان لیا جسے عام انبیاء کرام علیہم السلام لے کر آئے تھے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ کوئی دوسرا دین قبول نہیں کرے گا اور یہ بات بھی سمجھ میں آگئی کہ لوگوں کی اکثریت اس دین سے بے خبر اور جاہل ہے تو ان معلومات سے دو فائدے سامنے آئے۔

① پہلا فائدہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی اور مسرّت ہونی چاہیے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْیَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ۝ (یونس: ۵۸)	کہدو کہ (یہ کتاب) خُدا کے فضل اور اس کی مہربانی سے (نازل ہوئی ہے) تو چاہیے کہ لوگ اس سے خوش ہوں یہ اس سے کہیں بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔

② دُوسرا فائدہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے خوف اور ڈر کا حاصل ہونا۔ کیونکہ جب آپ یہ بات جان لیں گے کہ بعض اوقات انسان غیر شعوری طور پر بھی ایسی بات کہہ جاتا ہے جس کی وجہ سے اُسے کافر قرار دے دیا جاتا ہے۔ اور جہالت کی وجہ سے اُسے معذور نہیں سمجھا جاتا نیز بعض اوقات وُہ اس خیال سے بات کر جاتا ہے کہ اس کو وُہ بات اللہ تعالیٰ کے قریب کر دے گی جیسا کہ مشرکین سمجھتے تھے۔

خصوصاً حضرت مُوسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے چند صالح اور عالم افراد کا قصّہ ذہن نشین کیجیے جن کا اللہ تعالیٰ ذکر کرتے ہُوئے فرماتا ہے کہ اُنہوں نے حضرت مُوسیٰ علیہ السلام کے پاس

آکر کہا:

اِجْعَلْ لَّنَآ اِلٰـهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ (الاعراف: ۱۳۸) جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دو۔

تو اس وقت آپ کے دِل میں عظیم خوف پیدا ہوگا اور یہ خواہش بھی پیدا ہوگی کہ آپ ایسی باتوں سے بچیں۔ جن سے شرک میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے۔

اس بات کو بھی یاد رکھیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص حکمت و مصلحت سے جس نبی کو بھی توحید کی دعوت دینے کے لیے معبوث فرمایا تو اس کے دُشمن بھی کھڑے کر دیے جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ (الانعام: ۱۱۲)

اور اسی طرح ہم نے شیطان (سیرت) انسانوں اور جنوں کو ہر پیغمبر کا دُشمن بنا دیا تھا وُہ دھوکا دینے کے لیے ایک دُوسرے کے دِل میں ملمّع کی باتیں ڈالتے رہتے تھے۔

بعض اوقات دُشمنانِ توحید علوم و فنون، کتب اور دلائل سے لیس بھی ہوتے ہیں۔ جیساکہ ارشادِ الٰہی ہے:

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ (المؤمن: ۸۳)

اور جب اُن کے پیغمبر اُن کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تو جو علم (اپنے خیال میں) اُن کے پاس تھا اس پر اِترانے لگے،

جب آپ نے یہ جان لیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں (حائل ہونے کے لیے) اہلِ علم، فصیح و بلیغ اور دلائل سے مسلّح دُشمن بیٹھے ہوئے ہیں تو آپ پر واجب ہے کہ دین کا علم سیکھیں جو آپ کے پاس بطور ہتھیار ہو۔ جس سے آپ ان شیطانوں کا

مقابلہ کر سکیں جن کے پیشرو اور سردار نے اللہ تعالیٰ کے دربار میں کہا تھا:

فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِىْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ۭ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ۝ (الاعراف: ۱۷)	مجھے تو تو نے ملعون کیا ہی ہے میں بھی تیرے سیدھے رستے پر اُن (کو گمراہ کرنے) کیلئے بیٹھوں گا۔ پھر ان کے آگے سے اور پیچھے اور دائیں سے اور بائیں سے (غرض ہر طرف سے) آؤنگا (اور اُن کی راہ مارونگا) اور تو ان میں اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا۔

لیکن جب آپ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں گے اور قرآنی دلائل پر غور و فکر کریں گے تو پھر کسی غم کھانے اور فکر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ۝ (النسآء: ۷۶) شیطان کا داؤ بودا ہوتا ہے۔

موحدین کا ایک عام آدمی مشرکین کے ھزار علماء پر بھاری ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ (۳۷-۱۷۳) ہمارا لشکر غالب رہے گا۔

ثابت ہُوا کہ اللہ تعالےٰ کا لشکر دلائل اور زبان سے غالب ہوتا ہے جیسا کہ وُہ تلوار اور نیزے سے غالب ہوتا ہے خطرہ تو اس موحد پر ہے جو بغیر اسلحہ کے راہِ جہاد پر جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہم پر کتابِ مبین نازل فرما کر احسانِ عظیم فرمایا ہے جس میں ہر چیز بیان کر دی گئی ہے اور مسلمانوں کے لیے اس میں ہدایت، رحمت اور خوشخبری ہے۔ باطل پرست جو بھی دلیل لائیں گے قرآن کریم میں اس کا توڑ موجود ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ۝	اور یہ لوگ تمہارے پاس جو (اعتراض کی) بات لاتے ہیں ہم تمہارے پاس اس کا معقول

اور خوب مشرّح جواب بھیج دیتے ہیں۔ (الفرقان : ۳۳)

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیتِ کریمہ ہر اس دلیل کو شامل ہے جو اہلِ باطل قیامت تک لائیں گے۔

ہم قرآنِ کریم میں سے چند ایسی مثالیں پیش کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے دور کے مشرکوں کے دلائل کے جواب میں کہی ہیں۔ اہلِ باطل کا جواب دو طرح سے ہے:

① مجمل ② مفصّل

مجمل جواب تو عقلمندوں کے لیے امرِ عظیم اور فائدہ کبیرہ ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ (آل عمران: ۷)

وُہی تو ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی بعض آیتیں محکم ہیں اور وہی اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہ ہیں۔ تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وُہ متشابہات کا اتباع کرتے ہیں تاکہ فتنہ برپا کریں اور مُراد اصلی کا پتہ لگائیں حالانکہ مُراد اصلی خُدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

نیز صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

اِذَا رَاَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ سَمَّى اللّٰهُ فَاحْذَرُوْهُمْ

جب تم مُتشابہ آیات کی پیروی کرنے والوں کو دیکھو تو جان لو کہ یہی وُہ لوگ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے نام لیا ہے ان سے بچ کر رہو۔

اس کی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی مشرک یہ آیت کریمہ پڑھے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَاۗءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (یونس: ۶۲)

سُن رکھو کہ جو خُدا کے دوست ہیں اُن کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وُہ غمناک ہوں گے۔

○ یا کہے کہ سفارش برحق ہے۔

○ یا یہ کہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا بلند رتبہ ہے۔

○ یا رسول مکرم ﷺ کا کوئی ارشاد پڑھے جس سے اپنے باطل عقیدہ پر استدلال کرنا چاہے اور تم اس کے ذکر کردہ کلام کا مفہوم نہ سمجھتے ہو۔

تو اسے یہ جواب دو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ جن کے دل ٹیڑھے ہیں وہ محکم آیات کو چھوڑ کر متشابہ آیات کے پیچھے جاتے ہیں اور جو میں نے تمہارے سامنے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ مشرک اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کرتے تھے لیکن ان کو کافر صرف اس لیے کہا کہ انہوں نے ملائکہ، انبیاء اور اولیاء سے بایں معنی اپنا تعلق بنا رکھا تھا:

هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (یونس: ۱۸) یہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں،

یہ بات تو ایسی واضح اور ناقابل تاویل ہے کہ کوئی شخص اس کے معنی و مفہوم کو تبدیل نہیں کر سکتا۔

لیکن اے مشرک! جو تو قرآن کریم کی آیت یا رسول مکرم ﷺ کا کلام پیش کرتا ہے میں اس کے معنی تو نہیں سمجھتا لیکن میں ایک فیصلہ کن بات کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں تناقض نہیں ہے اور رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے کلام کے خلاف نہیں کہہ سکتے۔

یہ جواب بہت اچھا اور سیدھا سادھا ہے اسے وہی شخص سمجھے گا جسے اللہ تعالیٰ نے توفیق سے نوازا ہے اس جواب کو معمولی نہ سمجھنا اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ○ (حٰمٓ السجدة: ۳۵)	اور یہ بات ان ہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو برداشت کرنے والے ہیں اور ان ہی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے صاحب نصیب ہیں۔

② جواب مفصّل یہ ہے :

اللہ تعالٰے کے دشمن انبیاء کرام علیہم السلام کے دین پر بہت سے اعتراضات کرتے ہیں اور لوگوں کو دین سے روکتے ہیں ان میں سے ایک اعتراض یہ ہے۔

سوال : وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالٰے کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے بلکہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ اللہ تعالٰے کے سوا کوئی پیدا کر سکتا ہے نہ رزق دے سکتا ہے نفع دے سکتا ہے اور نہ تکلیف میں مبتلا کر سکتا ہے۔ اور یہ کہ رسولِ مکرّم ﷺ اپنی ذات کے لیے نفع و نقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ وغیرہ کا تو ذکر ہی کیا۔

لیکن میں ایک گنہگار آدمی ہوں اور اللہ تعالٰے کے دربار میں صالحین کا بڑا رتبہ ہے میں ان کے واسطہ سے اللہ تعالٰے سے ہی مانگتا ہوں۔

جواب : اس کو وہی جواب دو جو پہلے گزر چکا ہے وہ یہ کہ جن لوگوں سے رسول اللہ ﷺ نے جنگیں لڑیں وہ بھی یہی اقرار کرتے تھے جو تم کر رہے ہو۔ وہ اقرار کرتے تھے کہ اُن کے معبود کسی بھی کام کا انتظام نہیں کر سکتے۔ وہ لوگ بھی ان کے واسطہ سے مرتبہ اور شفاعت ہی کے طالب تھے اور ان کو وہ آیات پڑھ کر سناؤ جو اللہ تعالٰے نے قرآنِ کریم میں نازل فرمائیں ہیں اور ان کی خوب وضاحت کرو۔

سوال : اگر وہ کہے کہ یہ آیات تو بتوں کے پجاریوں کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔ تو تم انبیاء کرام اور نیک لوگوں کو بتوں جیسا کس طرح بناتے ہو؟

جواب : تو اس کو پہلے والا جواب دو کیونکہ جب اُس نے اقرار کر لیا کہ کافر بھی ربوبیّت صرف اللہ تعالٰے کی مانتے تھے اور جن افراد کی قبور کا قصد کر کے جاتے تھے ان سے صرف سفارش ہی کے طلبگار ہوتے تھے۔ لیکن اللہ تعالٰے چاہتا ہے کہ مشرکوں اور موحدین کے عمل میں فرق کر دے۔

Scanned with OKEN Scanner

اسے بتاؤ کہ کافروں میں سے کچھ تو وہ تھے جو بتوں کو پکارتے تھے اور بعض ایسے تھے جو اولیاء کرام کو پکارتے تھے اللہ تعالے نے ان ہی کے متعلق فرمایا ہے:

أُولَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ ٱلْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ

(بنی اسرائیل : ۵۷)

یہ لوگ جن کو خدا کے سوا پکارتے ہیں وہ خود اپنے پروردگار کے ہاں ذریعہ (تقرب) تلاش کرتے رہتے ہیں کہ کون ان میں (خدا کا) زیادہ مقرب (ہوتا) ہے۔

کچھ لوگ حضرۃ عیسیٰ اور اُن کی والدہ کو پکارا کرتے تھے۔ جیسا کہ فرمان باری ہے:

مَّا ٱلْمَسِيحُ ٱبْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ ٱلرُّسُلُ وَأُمُّهُۥ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ ٱلطَّعَامَ ٱنظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ ٱلْءَايَٰتِ ثُمَّ ٱنظُرْ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ۝

(المائدہ : ۷۵)

مسیح ابن مریم تو صرف (خدا کے) پیغمبر تھے ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے تھے اور ان کی والدہ (مریم خدا کی) ولی (اور سچی فرمانبردار) تھیں دونوں (انسان تھے اور) کھانا کھاتے تھے۔ دیکھو ہم ان لوگوں کے لیے اپنی آیتیں کس طرح کھول کھول کر بیان کرتے ہیں پھر (یہ) دیکھو کہ یہ کدھر الٹے جا رہے ہیں۔

قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَٱللَّهُ هُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْعَلِيمُ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ أَهَٰٓؤُلَآءِ

کہو کہ تم خدا کے سوا ایسی چیز کی کیوں پرستش کرتے ہو جس کو تمہارے نفع اور نقصان کا کچھ بھی اختیار نہیں اور خدا ہی سب کچھ سنتا جانتا ہے۔

إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ۝ قَالُوا سُبْحٰنَكَ أَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُونِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ ۚ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ ۝

(السّبا : ۴۱)

اور جس دن وُہ ان سب کو جمع کرے گا پھر فرشتوں سے فرمائے گا کیا یہ لوگ، تم کو پُوجا کرتے تھے۔
وُہ کہیں گے تو پاک ہے تو ہی ہمارا دوست ہے نہ یہ۔ بلکہ یہ جنّات کو پُوجا کرتے تھے اور اکثر ان ہی کو مانتے تھے۔

اللہ تعالےٰ کا یہ فرمان بھی سُناؤ:

وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيسَى بْنَ مَرْيَمَ أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلٰهَيْنِ مِنْ دُونِ اللّٰهِ ۖ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ ۚ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ ۚ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝

(المائدہ : ۱۱۶)

اور (اس وقت کو بھی یاد رکھو) جب خُدا فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ خُدا کے سوا مجھے اور میری والدہ کو معبود مقرر کرو؟ وُہ کہیں گے کہ تو پاک ہے مجھے کب شایان تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے ایسا کہا ہوگا تو تجھ کو معلوم ہوگا (کیونکہ) جو بات میرے دل میں ہے تو اُسے جانتا ہے۔ اور جو تیرے ضمیر میں ہے اُسے میں نہیں جانتا۔ بے شک تو علّام الغیوبؒ ہے۔

اب اس سے پُوچھو کہ بات سمجھ میں آئی؟ اللہ تعالےٰ نے جیسے بتوں کا قصد کرنے والوں کو کافر کہا ہے ویسے ہی نیک اور صالح لوگوں کا قصد کرنے والوں کو بھی کافر قرار دیا ہے اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی تھی۔

اگر وہ یہ کہے کہ کفّار و مشرکین تو ان اولیاء سے مانگتے تھے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہی نفع دینے والا اور وُہی نقصان پہنچانے والا ہے۔ وُہی کائنات کا انتظام کرنے والا ہے۔ میں تو صرف اللہ ہی سے مانگتا ہوں اور صالحین کے اختیار میں کوئی چیز نہیں ہے۔ لیکن میں ان کا قصد اس لیے کرتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی سفارش کی اُمید رکھتا ہوں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ تمہارا اور کُفّار کا قول ایک ہی جیسا ہے اور اس کو یہ آیت کریمہ پڑھ کر سُناؤ:

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهٖ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (الزمر: ۳)

اور جن لوگوں نے اس کے سوا اور دوست بنائے ہیں (وہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کو اس لیے پُوجتے ہیں کہ ہم کو خدا کا مقرب بنا دیں۔

یہ آیت بھی سُناؤ۔

وَيَقُولُونَ هٰٓؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (یونس: ۱۸)

اور کہتے ہیں کہ یہ خُدا کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ مشرکین کے یہی تین شبہات سب سے بڑے ہیں جب آپ کو یہ معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی کتاب کریم میں خوب وضاحت سے بیان کیا ہے اور آپ نے ان کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے تو باقی شبہات کے جوابات بہت آسان ہیں۔

سوال: اگر وہ کہے کہ میں تو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں اور ان کی طرف جھکاؤ اور ان کو پکارنا اُن کی عبادت نہیں ہے۔

جواب: تو اُس سے کہو کیا تم اقرار کرتے ہو کہ اخلاصِ عبادت تم پر فرض ہے؟ اگر وہ

کہے کہ ہاں ! تو اُسے کہو کہ وُہ اخلاصِ عبادت جو تم پر فرض ہے ؟ اُسے ذرا بیان تو کرو؟
اگر وُہ عبادت اور اس کی اقسام کو نہ جانتا ہو تو اس کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ (الاعراف : ۵۵)	(لوگو) اپنے پروردگار سے عاجزی سے اور چپکے چپکے دُعائیں مانگا کرو۔ وُہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

جب آپ اس کو یہ سمجھا دیں تو اس سے پُوچھیں کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے ؟ تو وُہ لازماً کہے گا کہ ہاں ! کیونکہ دُعا، اور پکارنا تمام عبادات کا مغز ہے۔

اب اُسے کہیے کہ جب آپ نے اقرار کر لیا کہ یہ عبادت ہے اور آپ دِن رات اللہ تعالیٰ کو خوف اور اُمید سے پکارتے ہیں اور جب آپ نے اپنی کسی حاجت میں کسی نبی یا کسی اور بزرگ کو پکارا تو کیا تم نے اللہ کی عبادت میں کسی غیر اللہ کو شریک کیا یا نہیں ؟ تو وُہ لازماً کہے گا کہ ہاں !

اب آپ اس سے کہیں کہ جب آپ اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل ارشاد پر عمل کرینگے :

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ (الکوثر : ۲)	اپنے پروردگار کے لیے نماز پڑھا کرو اور قربانی کیا کرو۔

آپ نے اللہ کے لیے قربانی کی اور اس کی عبادت کی تو بتایئے کہ کیا یہ عبادت ہے ؟ وُہ لازماً کہے گا کہ ہاں۔ اب اُسے کہو کہ اگر تم نے کسی مخلوق مثلاً نبی یا جن وغیرہ کے لیے جانور ذبح کیا تو کیا تم نے اس عبادت میں غیر اللہ کو شریک نہیں کیا ؟ تو وُہ لازماً اقرار کرے گا اور کہے گا کہ ہاں !

نیز اس کو یہ بھی کہیں کہ وُہ مشرکین جن کے متعلق قرآنِ کریم نازل ہُوا کیا وُہ ملائکہ

صالحین اور لات وغیرہ کی پوجا نہیں کرتے تھے ؟ تو وہ لازماً کہے گا کہ ہاں ! تو اس سے پوچھو کہ کیا ان کی عبادت یہ نہ تھی کہ وہ ان کو پکارتے ، اُن کے نام پر جانور ذبح کرتے اور اُن سے پناہ وغیرہ لیتے تھے ۔؟

وہ اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے غلبہ کے تحت ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی تمام امور کا انتظام کرتا ہے ۔لیکن انہوں نے ان کو پکارا اور اُن کے مرتبہ اور سفارش کا سہارا لیا جو بالکل واضح بات ہے ۔

سوال ؛ اگر وہ کہے کہ کیا تم رسول اللہ ﷺ کی سفارش کا انکار اور اس سے بیزاری کا اظہار کرتے ہو ؟

جواب ؛ اس کو کہو کہ ہم سفارش کے منکر نہیں اور نہ ہی اس سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں ۔ بلکہ ہمارا ایمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ شافع اور مشفع ہیں اور ہم ان کی سفارش کی اُمید رکھتے ہیں ۔لیکن سفارش کی اجازت اللہ کے اختیار میں ہے ۔جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے :

قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا ط	کہدو کہ سفارش تو سب خدا ہی کے اختیار میں ہے ۔
(الزمر : ۴۴)	

یہ سفارش اللہ کی اجازت کے بعد ہی ہوگی ۔جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے :

مَنْ ذَا الَّذِىْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ط (۲-۲۵۵)	کون ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اس سے (کسی کی) سفارش کر سکے ۔؟

اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر رسول اللہ ﷺ بھی کسی کی سفارش نہیں کرینگے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے ۔

وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى	اور وہ (اس کے پاس کسی کی) سفارش نہیں

(الانبیآء : ۲۸) کر سکتے مگر اس شخص کی جس سے خُدا خوش ہو

یہ بھی یاد رکھیے کہ اللہ تعالیٰ صرف توحید ہی کو پسند کرتا ہے ۔ جیسا کہ ارشاد خُداوندی ہے :

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ (آل عمران : ۸۵)

اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہوگا وُہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائیگا

جب سفارش اللہ کے اختیار میں ہے اور اللہ ہی کی اجازت کے بعد ہوگی اور رسُولِ مکرّم ﷺ اور آپ کے علاوہ کوئی شخص بھی اجازت کے بغیر سفارش نہیں کر سکتے اور یہ بھی یاد رکھیے کہ اللہ تعالیٰ صرف اہل توحید کے لیے اجازت دے گا ۔ تو اب آپ کو معلوم ہو گیا کہ سفارش سب کی سب اللہ کے اختیار میں ہے اور میں اللہ سے یُوں سوال کرتا اور کہتا ہُوں کہ اے اللہ مجھے پیارے رسُول اللہ ﷺ کی سفارش سے محروم نہ کرنا ۔ اے اللہ ! رسُولِ مکرّم ﷺ کو میرے متعلق سفارش کی اجازت فرمانا ۔

سوال : اگر وُہ کہے کہ رسُول اللہ ﷺ کو سفارش دے دی گئی ہے اور میں آپؐ سے اللہ کے دیے ہُوئے میں سے مانگتا ہُوں ۔

جواب : تو اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک اللہ نے رسُولِ مکرّم ﷺ کو سفارش عطا فرما دی ہے لیکن تم کو براہِ راست آپ سے طلب کرنے سے منع فرمایا ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝ (الجن : ۱۸) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو ۔

جب تم اللہ کو پکارتے ہُوئے کہتے ہو کہ اے اللہ ! میرے بارے میں رسُول اللہ کو سفارش کی اجازت دے تو پھر اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارنے میں اس کی اطاعت بھی کر

سوال : رسُول اللہ ﷺ کے علاوہ دُوسروں کو بھی سفارش دی گئی ہے جیسا کہ

احادیث سے ثابت ہے کہ فرشتے، چھوٹے بچے اور اولیاء کرام بھی سفارش کریں گے۔ تو کیا ان کے متعلق بھی کہو گے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سفارش دے دی ہے اور میں ان سے بھی مانگوں گا۔؟

جواب: اگر تم ایسا کہتے ہو تو یہی صالحین کی عبادت ہے جس کا اللہ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے اور اگر تم اس سے انکار کرو تو تمہاری بات خود بخود باطل ہو گئی کہ اللہ نے ان کو سفارش دی ہے اور میں اُن سے اللہ کے دیئے ہوئے سے مانگتا ہوں۔

سوال: اگر وہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔ اس سے اللہ کی پناہ لیکن نیک لوگوں سے التجا و فریاد کرنا شرک نہیں ہے۔

جواب: تو آپ اس سے کہیں کہ جب تم اقرار کرتے ہو کہ اللہ نے شرک کو زنا سے بھی زیادہ حرام قرار دیا ہے اور یہ بھی مانتے ہو کہ اللہ شرک کو معاف نہیں کرے گا۔ تو پھر وہ کونسا شرک ہے جسے اللہ نے حرام کیا ہے جسے نہیں بخشے گا؟

اگر وہ نہیں جانتا تو اس سے کہیں کہ اگر تم شرک کو نہیں جانتے تو پھر تم اس سے کیسے بچ سکو گے؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر کوئی چیز حرام کرے اور کہے کہ میں یہ نہیں بخشونگا اور تم اس کے متعلق جانتے ہو نہ پوچھتے ہو۔؟ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ اللہ نے اُسے حرام تو کر دیا ہے لیکن اُسے بیان نہیں فرمایا؟

سوال: اگر وہ کہے کہ شرک تو بتوں کو پوجنا ہے اور ہم بتوں کی پوجا نہیں کرتے۔

جواب: تو آپ اُس سے پوچھیں کہ بتوں کی پوجا کا مطلب کیا ہے؟ کیا تم خیال کرتے ہو کہ مشرکین عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ لکڑیاں، یہ پتھر کچھ پیدا کرتے، روزی دیتے یا اپنے پکارنے والوں کے امور کا انتظام کرتے ہیں؟ ہر گز نہیں قرآنِ کریم اس کی تردید کرتا ہے۔

Scanned with OKEN Scanner

سوال : اگر وہ کہے کہ پوجا یہ ہے کہ کوئی آدمی لکڑی یا پتھر یا کسی قبر پر بنی ہوئی عمارت وغیرہ کا قصد کرے، ان کو پکارے اور ان کے نام پر جانور ذبح کرے اور کہے کہ یہ مجھے اللہ کے قریب کر دیتے ہیں یا ان کی برکت سے اللہ تکلیف دور کر دیتا ہے یا ان کی برکت سے ہمیں دیتا ہے۔

جواب : تو کہو ہاں! تم نے صحیح کہا اور تم یہی کچھ ان پتھروں اور عمارتوں پر جا کر کرتے ہو۔ جو قبروں پر بنی ہوئی ہیں۔ تو اس نے اقرار کر لیا کہ ان کا یہ فعل ہی بتوں کی عبادت ہے اور یہی مطلوب ہے۔

اس کو یہ بھی کہا جائے کہ تمہارا یہ کہنا کہ شرک بتوں کی پوجا کا نام ہے۔ کیا اس سے آپ کا مطلب یہ ہے کہ شرک اسی سے مخصوص ہے اور نیک لوگوں پر بھروسہ کرنا اور ان کو پکارنا شرک نہیں ہے؟

اس بات کی تائید! اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب میں فرما دی ہے اور ہر اس شخص کو کافر قرار دیا ہے جس نے ملائکہ، عیسیٰ یا صالحین میں سے کسی سے ایسا تعلق رکھا۔

یہ شخص لازماً اقرار کرے گا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی بھی نیک شخص کو شریک کرے تو یہی وہ شرک ہے جس کا قرآنِ کریم میں ذکر ہے اور یہی مقصود ہے۔

اس مسئلہ کا راز یہ ہے کہ اگر وہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ تو اس سے کہیے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا کیا ہے اس کی وضاحت کیجئے؟

اگر وہ کہے کہ بتوں کی پوجا کا نام شرک ہے۔ تو اس سے پوچھیے کہ بتوں کی عبادت کا کیا مطلب ہے اس کی وضاحت کیجئے؟

اگر وہ کہے کہ میں اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتا۔ تو اس سے کہیے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا کیا مطلب ہے اس کی وضاحت کریں۔؟

Scanned with OKEN Scanner

اگر وہ وہی کچھ بتاتے جو قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے تو فبہا۔ اگر اُسے معلوم نہیں تو ایسی چیز کا دعوٰی کیسے کر سکتا ہے جس کو وہ نہیں جانتا۔

اگر ایسا مفہوم بیان کرے جو قرآنی آیات کے مفہوم کے خلاف ہو تو اس کے سامنے آپ شرک اور بتوں کی پوجا کے بیان سے متعلق واضح آیتوں کو پیش کر کے بتائیں کہ یہی سب کچھ تو آجکل کے افرادِ اُمّت بھی کرتے ہیں اور صرف اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کی عبادت پر ہمیں کوسا جاتا ہے اور ہمارے خلاف ایسی ہرزہ سرائی کرتے ہیں جس طرح ان کے سابقہ بھائی کرتے چلے آئے ہیں:

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ	کیا اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود
اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝ (ص: ۵)	بنا دیا؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔

سوال: اگر وہ کہے کہ فرشتوں اور نبیوں کو پکارنے کی وجہ سے ان کو کافر قرار نہیں دیا گیا بلکہ ان کو اس وجہ سے کافر قرار دیا گیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ لیکن ہم شیخ عبدالقادر وغیرہ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار نہیں دیتے۔

جواب: تو کہو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اولاد کی نسبت کرنا ایک مستقل کفر ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ	کہو کہ وہ (ذات پاک جس کا نام) اللہ (ہے)
اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ (الاخلاص: ۲،۱)	ایک ہے (وہ) معبود برحق بے نیاز ہے۔

احد وہ ذات ہے جس کی کوئی مثل اور نظیر نہ ہو۔ صمد وہ ہے جس کی طرف ضروریات اور حاجات میں رجوع کیا جائے لہٰذا جس شخص نے اللہ کے صمد ہونے کا انکار کیا اس نے کفر کیا۔ اگرچہ وہ پوری سورت کا انکار نہ کرے ارشادِ الٰہی ہے:

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ	خدا نے نہ تو کسی کو (اپنا) بیٹا بنایا ہے اور

Scanned with OKEN Scanner

مَعَهٗ مِنْ اِلٰـہٍ (المؤمنون: ۹۱) نہ اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے۔

اللہ نے ان دونوں قسموں کو الگ الگ بیان فرمایا ہے اور ہر ایک کو ایک مستقل کفر قرار دیا ہے۔ارشاد الٰہی ہے:

وَجَعَلُوْا لِلّٰہِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنَاتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ (۶ - ۱۱)

اور ان لوگوں نے جنّوں کو خدا کا شریک ٹھہرایا۔حالانکہ ان کو اسی نے پیدا کیا اور بے سمجھے (جھوٹ بہتان) اس کے لیے بیٹے اور بیٹیاں بنا کھڑی کیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفر کی ان دونوں قسموں میں فرق کیا ہے اس کی دُوسری دلیل یہ بھی ہے کہ جو لوگ لات کی عبادت کرکے کافر ہوتے انہوں نے لات کو خُدا کا بیٹا نہیں کہا تھا۔ وُہ تو ایک صالح شخص تھا اور جو لوگ جنّوں کی عبادت کرکے کافر ہُوتے وُہ بھی جنّوں کو خُدا کی اولاد نہیں سمجھتے تھے۔اسی طرح چاروں مذاہب کے علماء کرام "مرتد کے حکم" میں بیان کرتے ہیں:

جب کوئی مسلمان یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ کی اولاد ہے تو وُہ مرتد ہوجاتا ہے۔ ائمہ اربعہ کے علماء کفر کی دونوں قسموں میں فرق کرتے ہیں۔یہ بات بالکل واضح ہے۔

سوال: اگر وُہ شخص یہ آیت پیش کرے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (یونس: ۶۲) سُن رکھو کہ جو خُدا کے دوست ہیں ان کو نہ کچھ خُوف ہوگا اور نہ وُہ غمناک ہوں گے۔

جواب: تو آپ اس سے کہیں کہ یہ آیت کریمہ اور اس کا مضمون بالکل درست اور صحیح ہے لیکن اولیاء کی عبادت نہیں ہونی چاہیے۔ ہم صرف یہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی عبادت کرنا اور ان کو خدا کا شریک بنانا درست نہیں ہے۔ ہاں! آپ

پر لازم ہے کہ ان سے محبّت رکھو۔ ان کی پیروی کرو۔ ان کی کرامات کا اقرار کرو۔ یہ بھی یاد رکھیے کہ اولیاء کی کرامات کے منکر صرف بدعتی اور گمراہ لوگ ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا دین دونوں اطراف کا درمیانی راستہ اور دونوں گمراہیوں کے درمیان ہدایت اور دونوں باطلوں کے درمیان حق کا راستہ ہے۔

جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ یہی وُہ چیز ہے جس کو ہمارے دَور کے مشرک "اعتقاد" کہتے ہیں۔ یہی وُہ شرک ہے جسکے متعلق قرآن کریم نازل ہُوا اسی پر رسُولِ مکرمؐ نے لوگوں سے جہاد کیا اب آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ پہلے دَور کے لوگوں کا شرک ہمارے دَور کے لوگوں کے شرک سے دُو(۲) وجُوہ میں ہلکا تھا۔

(۱) پہلے لوگ ملائکہ، اولیاء اور بتوں کو صرف عیش و آرام کی حالت میں پکارتے اور اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے تھے۔ لیکن سختی کے وقت وُہ صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ

اور جب تم کو دریا میں تکلیف پہنچتی ہے (یعنی ڈوبنے کا خوف ہوتا ہے) تو جن کو تم پکارا کرتے ہو سب اس (پروردگار) کے سوا گم ہو جاتے ہیں۔

فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ۝

(بنی اسرائیل: ٦٧)

پھر جب تم کو (ڈوبنے سے) بچا کر خشکی کی طرف لے جاتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان ہے ہی ناشکرا۔

نیز فرمایا:

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ

کہو (کافرو) بھلا دیکھو تو اگر تم پر خُدا کا عذاب

اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

آجائے یا قیامت آموجود ہو۔ تو کیا تم (ایسی حالت میں) خُدا کے سوا کسی اور کو پکارو گے؟ اگر سچے ہو تو بتاؤ۔

بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ۝

(الانعام : ۴۰، ۴۱)

(نہیں) بلکہ (مصیبت کے وقت تم) اسی کو پکارتے ہو تو جس دُکھ کے لیے اسے پکارتے ہو وُہ اگر چاہتا ہے تو اس کو دُور کر دیتا ہے اور جن کو تم شریک بناتے ہو (اُس وقت) انہیں بھُول جاتے ہو۔

نیز فرمایا:

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ڰ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۝

(الزمر : ۸)

اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے۔ تو اپنے پروردگار کو پکارتا (اور) اس کی طرف دل سے رجوع کرتا ہے۔ پھر جب وُہ اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت دیتا ہے تو جس کام کے لیے پہلے اس کو پکارتا ہے اُسے بھُول جاتا ہے اور خُدا کا شریک بنانے لگتا ہے تاکہ (لوگوں کو) اس کے رستے سے گمراہ کرے۔ کہدو کہ (اے کافرِ نعمت) اپنی ناشکری سے تھوڑا سا فائدہ اُٹھالے پھر تو تُو دوزخیوں میں ہوگا۔

ایک جگہ پر ارشادِ الٰہی ہے:

وَاِذَا غَشِیَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (لقمٰن : ۳۲)

اور جب ان پر (دریا کی) لہریں سائبانوں کی طرح چھا جاتی ہیں تو خدا کو پکارنے (اور) خالص اس کی عبادت کرنے لگتے ہیں۔

جس شخص نے یہ مسئلہ سمجھ لیا جس کی اللہ نے اپنی کتاب میں وضاحت فرمائی ہے۔

اور وُہ یہ ہے کہ وُہ مشرکین جن سے رسُول اللہ ﷺ نے جہاد کیا وُہ آرام وسکون کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر اللہ کو بھی پکارتے تھے لیکن تکلیف کے وقت صرف ایک اللہ کو پکارتے تھے اور اپنے سادات کو بھول جاتے تھے۔ تو ایسے شخص کو سابقہ اور موجودہ دَور کے مشرکین میں فرق کا پتہ چل جائے گا۔ لیکن ایسے آدمی کہاں ہیں جن کے دل اس مسئلہ کو صحیح طور پر سمجھ سکیں؟ فاللہ المستعان

۲ پہلے لوگ اللہ کے ساتھ ان لوگوں کو پکارتے تھے جو اللہ کے مقرب ہوتے جیسے انبیاء، اولیاء اور ملائکہ وغیرہ۔ یا ایسے پتھروں اور درختوں کو پکارتے جو اللہ کے مطیع ہیں۔ نافرمان نہیں۔

ہمارے دَور کے لوگ اللہ کے ساتھ ایسے لوگوں کو پکارتے ہیں جو سب سے زیادہ فاسق وفاجر ہیں اور طرفہ یہ کہ خود ہی ان کا فسق وفجور چوری زنا اور ترکِ صلوٰۃ وغیرہ لوگوں سے بیان کرتے ہیں۔

جو شخص ایسے آدمی کو اللہ کا شریک بنائے جس کے بارے میں وُہ نیک اور صالح ہونے کا گمان رکھتا ہے یا ایسی اشیاء کو پکارے جو گنہگار نہیں ہیں جیسے شجر وحجر اور لکڑی وغیرہ۔ تو اس کا شرک ہلکا ہے بہ نسبت ایسے شخص کے جو ایسے شخص کو پکارتا ہے جس کے بارے میں اُسے معلوم ہے کہ وُہ فسق وفجور میں مبتلا رہتا تھا۔ اور اس کے فسق وفجور کی شہادت بھی دے۔

جب یہ بات اچھی طرح ثابت ہو گئی کہ جن لوگوں سے رسُول اللہ ﷺ نے جنگ کی تھی وُہ آج کل کے مشرکوں سے شرک میں کم اور ان سے زیادہ عقلمند تھے۔ تو اب آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان کا ایک شبہ اور بھی ہے جو ہمارے بیان کردہ دلائل پر وارد کرتے ہیں اور ان کا یہ سب سے بڑا شبہ ہے اس کا جواب بڑے غور سے سُنو:

(س) وُہ کہتے ہیں کہ جن کے متعلق قرآنِ کریم نازل ہُوا وُہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار نہیں کرتے تھے رسُول اللہ ﷺ کو جھٹلاتے، قیامت کا انکار کرتے، قرآن کریم کی تکذیب کرتے اور اُسے جادُو کہتے تھے۔ لیکن ہم ایک اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ ایک خُدا کے قائل ہیں اور حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا رسُول سمجھتے ہیں، قرآنِ کریم کی تصدیق کرتے، قیامت کو مانتے اور نماز روزے کی پابندی کرتے ہیں۔ تو تم ہمیں ان جیسا کیسے قرار دیتے ہو؟

(ج) جواباً عرض ہے کہ علماء کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ جب کوئی شخص رسُول اللہ ﷺ کے کسی ایک حکم کی تکذیب اور دُوسرے حکم کی تصدیق کرے تو وُہ کافر ہے اور وُہ اسلام میں داخل ہی نہیں ہُوا۔

اسی طرح اگر قرآنِ کریم کے کچھ حصّے پر ایمان لائے اور اس کے کچھ حصّے کا انکار کرے جیسے کوئی شخص توحید کا اقرار تو کرے لیکن نماز کی فرضیت کا انکار کرے۔ یا توحید اور نماز کا اقرار کرے۔ لیکن زکوٰۃ کے وجوب کا انکار کرے یا ان تمام احکام کو تسلیم کرے لیکن روزے کا انکار کرے۔ یا ان سب امور کو مانے لیکن حج کا انکار کرے یا ان سب باتوں کو مانے لیکن قیامت کا انکار کرے تو ایسا شخص بالاجماع کافر ہے۔ اس کا خُون بہانا اور مال لُوٹنا حلال ہے۔ جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ	جو لوگ خُدا سے اور اس کے پیغمبروں سے کفر کرتے ہیں اور خُدا اور اس کے پیغمبروں

يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيدُونَ اَنْ يَّتَّخِذُوا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُونَ حَقًّا ۚ (النسآء: ۱۵۰، ۱۵۱)

میں فرق کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور ایمان اور کفر کے بیچ میں ایک راہ نکالنی چاہتے ہیں۔ وُہ بلا اشتباہ کافر ہیں۔

دیکھیے جب رسُول اللہ ﷺ کے دورِ مسعود میں کچھ لوگ حج کے لیے فوراً تیّار نہ ہوئے تو اللہ تعالےٰ نے ان کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ

اور جو لوگوں پہ خُدا کا حق (یعنی فرض) ہے کہ جو اس گھر تک جانے کا مقدور رکھے وُہ اس کا حج کرے۔

وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِينَ ۝ (آل عمران: ۹۷)

اور جو اس حکم کی تعمیل نہ کرے گا تو خدا بھی اہلِ عالم سے بے نیاز ہے۔

جب اللہ تعالےٰ نے اپنی کتابِ مبین میں اس بات کی تصریح کر دی کہ جو شخص کچھ حصّے پر ایمان لائے اور کچھ حصّے کا انکار کرے تو وُہ پکا کافر ہے تو یہ شبہ بھی زائل ہو گیا اور یہی وُہ شبہ تھا جو بعض اہل "احساء" نے اپنے مکتوب میں لکھ کر ہمیں ارسال کیا تھا یہ جواب بھی دیا جا سکتا ہے کہ جب تم اقرار کرتے ہو کہ جو شخص تمام امور میں رسُول اللہ ﷺ کی تصدیق کرے لیکن صرف نماز کا انکار کر دے تو وُہ کافر ہے۔ اس کا خُون بہانا اور مال کو غنیمت بنانا بالاجماع حلال ہے۔ اسی طرح اگر ہر چیز کا اقرار کرے اور قیامت کو نہ مانے یا رمضان کے روزوں کے وجوب کا انکار کرے اور باقی تمام احکام کی تصدیق کرے تو ایسے شخص کے کافر ہونے میں نہ کسی کو انکار ہے اور نہ اختلاف۔

اور قرآنِ کریم نے بھی یہی کہا ہے جیسا کہ پہلے بیان کر چکے ہیں۔

یہ تو واضح بات ہے ہی کہ رسول اللہ ﷺ جس قدر احکام لیکر تشریف لائے ان میں سب سے بڑا فریضہ توحید ہے۔ جو نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج سب سے اہم اور بڑا فریضہ ہے۔ تو جو شخص ان احکام میں سے کسی ایک کا انکار کرے تو کافر قرار پائے گا۔ اگرچہ وُہ رسول اللہ ﷺ کی دیگر تعلیمات پر عمل پیرا بھی ہو اور اگر وُہ توحید کا انکار کرے جو تمام رسُولوں کا دین ہے تو وُہ کیسے کافر نہ ہوگا؟ سُبحان اللہ یہ عجیب طرح کی جہالت ہے۔

یہ جواب بھی دیا جا سکتا ہے کہ رسُول اللہ ﷺ کے ان صحابہ کرام کو دیکھو جنہوں نے قبیلہ بنو حنیفہ سے جنگ کی۔ حالانکہ بنو حنیفہ رسُول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر مُسلمان ہوئے اور شہادت دیتے تھے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد، اللہ کے رسُول ہیں۔ وُہ لوگ اذانیں دیتے اور نماز پڑھتے تھے۔ ان کے بارے میں اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ لوگ مسیلمہ کی نبوّت کے قائل ہو گئے تھے اس لیے صحابہ کرام نے ان سے جنگ کی تو ہم کہیں گے کہ یہی۔ تو ہمارا مقصد ہے کہ جب کوئی شخص کسی کو رسُول اللہ ﷺ کے مرتبہ تک بلند کر دے تو وُہ کافر قرار پائے گا اور اس کا خون بہانا اور مال چھیننا حلال ہو جائے گا۔ اور اس کو کلمۂ شہادت اور نماز روزہ فائدہ نہ دیں گے۔ تو اُس شخص کا کیا حال ہوگا جو شمسان، یُوسف، یا کسی صحابی یا نبی کو خالقِ کائنات کے مرتبہ تک پہنچا دے؟ سُبحان اللہ ما اعظم شانہ!

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ

یہ جواب بھی دیا جا سکتا ہے کہ جن لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگ سے جلا دیا تھا وُہ تو آپ کے ساتھی اور اسلام کے دعویدار تھے انہوں نے صحابہ کرام

سے علم سیکھا تھا۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں انکا وُہی اعتقاد تھا جو آج کل لوگ یُوسف اور شمسان وغیرہ کے بارے میں رکھتے ہیں تو دیکھو کس طرح صحابہ نے اِن کے قتل اور ان کے کُفر پر اتفاق کیا؟ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ صحابہ کرام مُسلمانوں کو کافر کہتے تھے؟ اور کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ تاج وغیرہ کے بارے میں اس قسم کا اعتقاد نقصان دہ نہیں لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہی اعتقاد رکھنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے؟

یہ جواب بھی دیا جائے گا کہ بنو عبید القداح جو عباسیوں کے دَورِ حکومت میں مصر اور مغرب پر قابض ہو گئے تھے۔ وُہ سب کے سب کلمہ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دیتے تھے، اسلام کے دعویدار تھے، نمازِ جمعہ اور باجماعت نمازیں پڑھتے تھے لیکن جب انہوں نے بعض امور میں شریعت کی مخالفت کی جو زیرِ بحث مسئلہ کی بہ نسبت بہت ہی کم اہمیت رکھتے تھے بایں ہمہ علماء نے ان کے کفر اور ان سے جنگ کرنے پر اتفاق کیا اور ان کے شہروں کو دارالحرب قرار دیا۔ چنانچہ مُسلمانوں نے ان سے جنگ کی یہاں تک کہ وُہ تمام شہر آزاد کرا لیے جو ان کے زیرِ تصرف تھے

یہ جواب بھی دیا جا سکتا ہے کہ پہلے لوگوں کو صرف اس لیے کافر قرار دیا گیا تھا کہ انہوں نے شرک اور تکذیب رسول و قرآنِ کریم اور انکار قیامت کو اکٹھا کر لیا تھا۔ نیز اُن ابواب کا کیا مطلب ہوگا جو مذہب اربعہ کے علماء کرام نے اپنی اپنی کتابوں میں باب باندھے ہیں: "باب حکم المرتد"

مرتد وُہ شخص ہے جو اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کر لے۔ پھر مُرتد کی بہت سی قسمیں لکھی ہیں اور ہر قسم سے انسان مرتد ہو جاتا ہے۔ اس کا خون بہانا اور مال لینا حلال ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ علماء نے چھوٹے چھوٹے امور بتاتے ہیں جن سے آدمی مرتد

ہو جاتا ہے جیسے ۔ کوئی شخص صرف اپنی زبان سے کوئی کلمہ کہے اگرچہ دل سے اس کا عقیدہ نہ ہو ۔ یا کوئی کلمہ ہنسی اور مذاق سے کہہ دے ۔

یہ جواب بھی دیا جا سکتا ہے کہ جن لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا :

يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ (التوبۃ : ۷۴)

یہ خدا کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انہوں نے (تو کچھ) نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کفر کا کلمہ کہا ہے اور یہ اسلام لانے کے بعد کافر ہو گئے ہیں

کیا آپ نے نہیں سُنا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک ہی کلمہ کی وجہ سے کافر قرار دے دیا حالانکہ وُہ رسول اللہ ﷺ کے مُبارک دور میں تھے آپ کے ساتھ ہو کر جہاد کرتے تھے آپ کے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے زکوٰۃ دیتے ، حج کرتے اور توحید کے قائل تھے ۔ یہ وُہی لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

قُلْ أَبِاللّٰهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ (التوبۃ : ۶۵، ۶۶)

کہو کیا تم خدا اور اس کی آیتوں اور اس کے رسُول سے ہنسی کرتے تھے ۔ بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو ۔

یہ وُہی لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے تصریح کی ہے کہ وُہ ایمان کے بعد کافر ہو گئے تھے حالانکہ وُہ غزوۂ تبوک میں رسُول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک تھے ۔ اُنہوں نے ایک ایسی بات کہی جس کے متعلق وُہ خود کہتے ہیں کہ ہم نے یہ بات بطور مذاق کہی تھی ۔

اب آپ ان کے اس شبہ پر غور کریں کہ تم ان لوگوں کو کافر کہتے ہو جو لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرتے ہیں ۔ نمازیں پڑھتے اور روزے رکھتے ہیں اس کے

اب پھر بھی غور کرو کہ یہ جواب ان اوراق میں سب سے زیادہ قیمتی اور نفع بخش ہے ہمارے بیان کردہ دلائل کی مزید وضاحت کے لیے بنی اسرائیل کا وہ واقعہ بھی دلالت کناں ہے جسے اللہ تعالےٰ نے قرآنِ کریم میں بیان فرمایا ہے وُہ یہ کہ بنی اسرائیل میں سے کچھ افراد نے مسلمان، عالم اور نیک ہونے کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا:

اِجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ط (الاعراف: ۱۳۸) جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دو۔

نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں کہا:

اِجْعَلْ لَّنَا ذَاتَ اَنْوَاطٍ ہمارے لیے ایک ذات انواط بنا دیجیے۔

یہ بات سُن کر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا کہ یہ بات بالکل اسی طرح کی ہے جو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی:

اِجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ط (الاعراف: ۱۳۸) جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دو۔

مشرکین ان واقعات سے یہ دلیل اخذ کرتے ہیں کہ وُہ بنی اسرائیل جنہوں نے "اِجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ط" کہا اور وُہ صحابہ جنہوں نے ذاتِ انواط کا مطالبہ کیا تھا وُہ کافر تو نہ ہُوتے تھے۔

تو ہم کہتے ہیں کہ نہ تو بنی اسرائیل نے کبھی غیر اللہ کو اِلٰہ بنایا اور نہ ہی ان صحابہ نے جنہوں نے ذاتِ انواط کا مطالبہ کیا تھا اپنے لیے کوئی ذاتِ انواط مقرر کیا۔

علماء کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ اگر بنی اسرائیل کسی غیر اللہ کو اِلٰہ بنا لیتے تو قطعاً کافر قرار پاتے اور اسی طرح اگر صحابہ کرام رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کے بعد

Scanned with OKEN Scanner

کسی درخت کو ذاتِ انواط مقرر کر لیتے تو وہ بھی کافر ہو جاتے ہمارا مدعا بھی یہی ہے۔
ان دو واقعات میں چند فوائد مرتب ہوتے ہیں۔

① کبھی مسلمان بلکہ عالم شخص بھی شرک کی کسی نہ کسی قسم میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اسے پتا نہیں چلتا۔

② علم اور تحفظ کی جستجو ہر وقت پیشِ نگاہ رہنی چاہیے۔

③ جاہل شخص کا یہ کہنا کہ ہم نے توحید کو سمجھ لیا ہے یہ سب سے بڑی جہالت ہے اور شیطان کا سب سے بڑا فریب یہی ہے۔

④ اگر مسلمان مجتہد لاعلمی میں کوئی کفریہ کلمہ کہہ دے اور فوراً متنبہ ہو کر اسی وقت توبہ کر لے تو وہ کافر نہیں ہو جاتا۔ جیسا کہ بنی اسرائیل اور صحابہ نے کیا۔

⑤ اگرچہ ایسا شخص کافر قرار نہیں پاتا لیکن اسے سخت ترین الفاظ سے تنبیہ ضرور کرنی چاہیے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے کی تھی۔

سوال: مشرکین کا ایک اور شبہ یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسامہ رضؓ پر ناراضگی کا اظہار فرمایا کیونکہ انہوں نے ایک ایسے آدمی کو قتل کر دیا تھا جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اقتلته بعد ما قال لا الٰہ الا اللہ ؟	کیا تو نے اسے لا الٰہ الا اللہ کہنے کے بعد بھی قتل کر دیا۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے،

اُمرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا: لا الٰہ الا اللہ	مجھے لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ نہیں کہہ لیتے۔

ان کے علاوہ اور احادیث بھی جن کا مطلب یہ ہے کہ جس نے لا الٰہ الا اللہ
کہا اُسے کچھ نہ کہا جائے۔
احادیث مذکورہ سے ان جاہلوں کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص لا الٰہ الا اللہ کہہ لے
اسے کافر نہ کہا جائے نہ ہی اسے قتل کیا جائے، خواہ وُہ کیسے ہی اعمال کرتا پھرے۔
جواب: ان جاہل مشرکوں کو یہ جواب دیا جائے کہ یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ
رسُول اللہ ﷺ نے یہودیوں سے جنگ کی، انہیں قید کیا حالانکہ وُہ لا الٰہ الا اللہ
کہتے تھے۔ نیز رسُول اللہ ﷺ کے صحابہ نے بنو حنیفہ سے جنگ کی حالانکہ وُہ کلمہ
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دیتے تھے نمازیں پڑھتے اور اسلام کے دعویدار
تھے اور وُہ لوگ بھی بزعم خُود مُسلمان تھے جن کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگ میں جلا دیا
تھا۔ مقامِ غور یہ ہے کہ یہ جاہل بھی اقرار کرتے ہیں کہ جو شخص قیامت کا انکار کرے
وُہ کافر ہے اُسے قتل کیا جائے اگرچہ وُہ لا الٰہ الا اللہ کہتا ہو اور جو شخص ارکانِ اسلام
میں سے کسی ایک رکن کا انکار کر دے وُہ بھی کافر ہے اُسے قتل کر دیا جائے اگرچہ کلمہ
پڑھتا ہو۔
لیکن یہ کیا بات ہُوئی کہ جو شخص فروع میں سے کسی کا انکار کر دے تو اُسے تو کلمہ
فائدہ نہ دے اور اگر توحید کا انکار کر دے جو تمام انبیاء کے دین کی اصل ہے تو اُسے یہ کلمہ
پُورا پُورا فائدہ دے؟ اللہ تعالٰے کے ان دُشمنوں نے احادیث کا معنی و مفہوم ہی نہیں سمجھا
حضرت اسامہؓ کی حدیث کہ اُنہوں نے ایسے شخص کو قتل کر دیا جس نے اسلام
کا دعوےٰ کیا تھا۔
یہ قتل اس لیے ہوا کہ حضرت اسامہؓ کا خیال تھا اس نے اپنی جان اور مال کے
ڈر سے مُسلمان ہونے کا اعلان کیا ہے اور مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص اسلام کا اظہار

Scanned with OKEN Scanner

کرے تو واجب ہے کہ اس سے اپنا ہاتھ روک لیا جائے یہاں تک کہ اس سے اسلام کے خلاف کوئی چیز سرزد نہ ہو۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا (النساء: ۹۴)	مومنو! جب تم خدا کی راہ میں باہر نکلا کرو تو تحقیق سے کام لیا کرو۔

یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کناں ہے کہ جب کوئی شخص کلمۂ توحید پڑھ لے تو اس سے اپنا ہاتھ روک لینا چاہیے اور تحقیق کرنی چاہیے اگر تحقیق کے بعد اس سے کوئی ایسی چیز سرزد ہو جو اسلام کے خلاف ہے تو پھر اسے قتل کر دیا جائے۔ کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے: "تحقیق کرو" اگر ہر کلمہ گو کو قتل کرنا حرام ہوتا تو تحقیق کرنے کا کوئی معنی نہ ہوتا۔

اسی طرح دوسری احادیث کا مطلب بھی وہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے، کہ جو شخص اسلام اور توحید کا اظہار کرے تو اس سے ہاتھ روک لینا واجب ہے الا یہ کہ اس سے کوئی کام خلافِ شریعت سرزد نہ ہو اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا وہ ارشاد ہے جس میں آپؐ نے اسامہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا:

اقتلته بعد ما قال لا اله الا الله؟	کیا تو نے اُسے لا الٰہ الا اللہ کہنے کے بعد بھی قتل کر دیا؟

نیز ایک موقع پر یوں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

امرت ان اقاتل الناس حتی یقول لا الٰہ الا اللہ	مجھے لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ نہیں کہہ لیتے۔

خارجیوں کے بارے میں ارشاد ہوا ہے:

اینما لقیتموھم فاقتلوھم	ان کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔ اگر میں نے
لئن ادرکتھم لاقتلنھم قتل عاد	ان کو پا لیا تو قوم عاد کی طرح ان کو قتل کرونگا

حالانکہ خارجی لوگ تمام لوگوں سے زیادہ عبادت گزار اور ہر وقت تکبیر و تہلیل کرتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض صحابہ کرام اپنے آپ کو ان کے مقابلے میں حقیر سمجھتے اور لطف کی بات یہ ہے کہ ان خارجیوں نے صحابہ کرام ہی سے کسب علم کیا تھا اس کے باوجود لا الٰہ الاّ اللہ، کثرتِ عبادت اور دعوائے اسلام نے اُنہیں کوئی فائدہ نہ دیا کیونکہ ان سے شریعت مطہرہ کی خلاف ورزی سرزد ہُوئی۔

رسُول اللہ ﷺ کا یہودیوں سے جنگ کرنا اور صحابہ کا بنو حنیفہ سے قتال بھی اس کی شہادت پر دلالت کناں ہے۔

رسُول اللہ ﷺ کا بنی المصطلق سے جنگ کا ارادہ کرنا بھی اس پر دلالت کرتا ہے جب کہ ایک شخص نے آکر جھوٹی اطلاع دی کہ بنی مصطلق نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے۔ تو اس پر آیت نازل ہُوئی:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَکُمْ	مومنو! اگر کوئی بدکردار تمہارے پاس کوئی
فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا	خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو۔
قَوْمًاۢ بِجَھَالَۃٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی	(مبادا) کہ کسی قوم کو نادانی سے نقصان
مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ (الحجرات: ۶)	پہنچا دو۔ پھر تم کو اپنے کیے پر نادم ہونا پڑے

یہ تمام آیات و احادیث اُس بات پر دلالت کرتی ہیں جو ہم نے بیان کی ہے ان سے مشرکین کی تصدیق بالکل نہیں ہوتی۔

سوال: اہل شرک و بدعت کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ رسُول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن کچھ لوگ یکے بعد دیگرے حضرت آدم، حضرت نوح

حضرتِ ابراہیمؑ، حضرتِ موسیٰؑ اور حضرتِ عیسیٰؑ کے پاس استغاثہ لے کر جائیں گے۔ چنانچہ ہر نبی کوئی نہ کوئی عذر پیش کر دیں گے۔ آخر کار معاملہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے گا۔

اس واقعہ سے مشرکین کا استدلال یہ ہے کہ غیر اللہ سے استغاثہ شرک نہیں ہے

جواب: پاک ہے وُہ اللہ جو اپنے دشمنوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔ مخلوق سے وُہ استغاثہ جس پر وُہ قادر ہے ہم اس کا انکار نہیں کرتے۔ جیسا کہ حضرتِ موسیٰؑ کے واقع میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ (القصص: ۱۵)

جو شخص اُن کی قوم میں سے تھا اس نے دُوسرے شخص کے مقابلے میں جو مُوسیٰ کے دشمنوں میں سے تھا مدد طلب کی۔

یا دورانِ جنگ اِنسان اپنے ساتھیوں سے مدد طلب کرتا ہے جس پر وُہ قادر ہیں ہم تو اس استغاثہ کے مُنکر ہیں جو اولیاء کی قبروں پر جا کر بطور عبادت کیا جاتا ہے۔ یا غائبانہ ان کو مدد کے لیے پُکارا جاتا ہے جس پر سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی شخص قدرت نہیں رکھتا۔

جب یہ بات ثابت ہو گئی اب سمجھنا چاہیے کہ قیامت کے دن جو انبیاء کرام سے استغاثہ ہو گا وُہ یہ ہے کہ وُہ اللہ سے دُعا کریں کہ لوگوں کا حساب و کتاب جلدی ہو جائے تاکہ جنتی لوگ میدانِ محشر کی سختی سے نجات پائیں یہی اس قسم کا استغاثہ دُنیا اور آخرت دونوں میں جائز ہے کہ آپ کسی نیک اور زندہ آدمی کے پاس جائیں جو تمہارے پاس بیٹھے اور تمہاری گفتگو کو بھی سُنے تم اس سے دُعا کی درخواست کرو۔ جیسا کہ صحابہ کرام رسُول اللہ کی زندگی میں آپ ﷺ کی خدمت میں آتے اور دُعا کی درخواست کیا کرتے تھے۔ لیکن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قبر مکرم کے پاس جا کر آپ سے کسی صحابی نے دُعا کی درخواست نہیں کی۔ بلکہ سلف صالحین نے قبر مبارک کے پاس کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنے سے بھی منع فرمایا ہے چہ جائیکہ بذاتِ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دُعا کی درخواست کی جاتے۔

سوال: مشرکین کا ایک شبہ اور اعتراض اور بھی ہے اور وُہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وُہ واقعہ ہے جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا تھا۔ تو اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام نے آکر اپنے آپ کو پیش کیا اور عرض کناں ہُوا کہ کوئی حاجت اور ضرورت ہو تو بتائیے

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم سے کسی قسم کی حاجت نہیں ہے

مشرکین کا استنباط یہ ہے کہ اگر جبریل سے استغاثہ شرک ہوتا تو وُہ حضرتِ ابراہیمؑ کو پیش کش نہ کرتے۔؟

جواب: یہ اعتراض بھی پہلے ہی اعتراض جیسا ہے اس واقعہ میں حضرت جبریل علیہ السلام نے وُہ پیشکش کی تھی جس پر وُہ قادر تھے کہ وُہ حضرتِ ابراہیم کو فائدہ پہنچائیں کیونکہ حضرت جبریلؑ کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے:

شَدِیۡدُ الۡقُوٰی ۙ (النجم: ۵) وُہ بہت بڑی طاقت والا ہے۔

پس اگر اللہ تعالیٰ حضرتِ جبریلؑ کو اجازت دے دیتا کہ وُہ حضرت ابراہیمؑ کی آگ، اور اس کے ارد گرد زمین اور پہاڑوں کو اُٹھا کر مشرق یا مغرب میں پھینک دے تو وُہ ضرور ایسا کر دیتے۔

اگر جبریلؑ کو یہ حکم ہوتا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اُٹھا کر ان سے دُور کسی جگہ پرلے جائیں تو جبریلؑ یہ کام بھی کر سکتے تھے۔

اگر جبریلؑ کو یہ حکم ہوتا کہ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کو آسمان پر لے آئیں تو وُہ یہ

بھی کر دیتے ۔

اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی دولت مند شخص کسی محتاج کو دیکھے اور اُسے قرض دینے کی پیش کش کرے یا اس کو کوئی اور چیز دے جس سے وہ اپنی ضرورت پوری کرلے لیکن محتاج آدمی قرض وغیرہ لینے سے انکار کر دے اور صبر کرے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اُسے اپنی جناب سے رزق دیدے جس میں کسی شخص کا احسان نہ ہو۔

تو یہ بات کہاں ! اور عبادت کے طور پر استغاثہ اور شرک کہاں ! کاش یہ لوگ سمجھیں ؟

انشاء اللہ ہم اس بحث کو ایک عظیم الشان اور نہایت اہم ترین مسئلے پر ختم کرتے ہیں جو سابقہ بحث سے بھی آپ کو سمجھ میں آگیا ہوگا۔ لیکن چونکہ مسئلہ بڑا ہی عظیم الشان ہے اور اکثر لوگ اس میں غلطی کھا جاتے ہیں لہٰذا ہم اسے علیحدہ بیان کر رہے ہیں ۔

ہم کہتے ہیں کہ اس میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے کہ توحید کا تعلق تین چیزوں سے ہونا ضروری ہے دِل زبان اور باقی اعضاء کے ذریعہ عمل اگر ان تینوں میں سے کسی ایک میں بھی خلل واقع ہُوا تو انسان مُسلمان نہیں رہتا اگر کوئی شخص توحید کو جانتا تو ہے لیکن اس کے مطابق عمل نہیں کرتا تو وہ ضدی اور کافر ہے ۔ جیسے فرعون اور ابلیس وغیرہ۔

مسئلۂ توحید میں اکثر لوگ دھوکہ کھا جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ توحید حق ہے اور ہم اس کو سمجھتے ہیں اور گواہی دیتے ہیں کہ یہ حق ہے ۔ لیکن اس پر عمل کرنے کی ہمیں طاقت نہیں ہے ۔ نیز ہمارے علاقے کے لوگ ایسے ہیں جن کی موافقت کے بغیر گزارہ نہیں اس کے علاوہ بھی کئی عذر لنگ پیش کرتے ہیں ۔

یہ مسکین نہیں جانتا کہ ائمہ کفر کی غالب اکثریت بھی حق کو پہچانتی تھی اور کئی قسم کے بہانوں کے پیشِ نظر ہی انہوں نے حق کو چھوڑا تھا۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے ۔

اِشۡتَرَوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ثَمَنًا قَلِیۡلًا ‎(التوبۃ: ۹)

یہ خُدا کی آیتوں کے عوض تھوڑا سا فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

ایک جگہ پر ارشاد ہے۔

یَعۡرِفُوۡنَہٗ کَمَا یَعۡرِفُوۡنَ اَبۡنَآءَہُمۡ ‎(البقرۃ: ۱۴۶)

وُہ ان (پیغمبر آخر الزماں) کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانا کرتے ہیں۔

جو شخص بظاہر توحید پر عمل کرتا ہے لیکن اس کے مفہوم کو نہیں سمجھتا۔ یا دل سے اس پر ایمان نہیں رکھتا وُہ منافق ہے جو خالص کافر سے بھی بُرا ہے۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

اِنَّ الۡمُنٰفِقِیۡنَ فِی الدَّرۡکِ الۡاَسۡفَلِ مِنَ النَّارِ ‎(النساء ۱۴۵)

کچھ شک نہیں کہ منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔

یہ مسئلہ بہت طویل ہے جب تم لوگوں کی باتوں پر غور کرو گے تو آپ کو اچھی طرح معلوم ہو جائے گا۔ اور آپ کئی ایسے افراد کو دیکھو گے کہ وُہ حق کو جانتے تو ہیں لیکن اس پر عمل نہیں کرتے۔ دُنیا کے نقص۔ یا مرتبہ اور خاطر و مدارات میں کمی کے ڈر سے سُستی کرتے ہیں۔ نیز کچھ ایسے افراد بھی نظر آئیں گے جو بظاہر عمل کرتے ہیں دل سے نہیں اگر ان سے دلی عقیدہ کے بارے میں سوال کرو تو معلوم ہو گا کہ ان کو کچھ علم نہیں۔

لہٰذا قرآنِ کریم کی دو آیات پر غور و فکر کرنا تمہارے لیے بہت ہی ضروری ہے۔

① پہلی تو وُہی ہے جو ہم ذکر کر چکے ہیں:

لَا تَعۡتَذِرُوۡا قَدۡ کَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِیۡمَانِکُمۡ

بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔

جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ بعض وُہ صحابہ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی

معیت میں رُومیوں سے جنگ لڑی تھی وُہ صرف ایک کلمہ کی وجہ سے کافر ہو گئے جو انہوں نے محض ہنسی اور مذاق کے طور پر کہا تھا۔ تو پھر یہ بات واضح ہو گئی کہ جو شخص کسی کی مدارات یا اپنے مرتبہ کی خاطر یا مال میں کمی کے خوف سے کفریہ کلمہ کہہ دے یا اس پر عمل کرے تو ایسا شخص بلحاظ گناہ کے بڑا ہے بہ نسبت اس شخص کے جو بطور مذاق کفریہ کلمہ کہہ دے۔

② دُوسری آیت یہ ہے:

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ (النحل: ۱۰۶)

جو شخص ایمان لانے کے بعد خُدا کے ساتھ کفر کرے وُہ نہیں جو (کفر پر زبردستی) مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالےٰ نے سوائے اس شخص کے جو مجبور کر دیا گیا ہو اور کسی کے عذر کو تسلیم نہیں کیا اس میں بھی ایمان پر اطمینان قلب کی شرط لگا دی ہے اس کے علاوہ سب کافر ہیں۔ خواہ وُہ خوف کی وجہ سے یا مدارات کے طور پر یا اپنے وطن اور اہل وعیال یا برادری اور مال ومتاع کی محبّت میں آکر یا ہنسی اور مذاق کے طور پر، یا کسی اور غرض کی بنا پر کلمۂ کفر کہیں۔ پس اللہ نے صرف مجبور شخص کو مستثنےٰ قرار دیا ہے۔

مندرجہ بالا آیت کریمہ دو طریق سے اس پر دلالت کرتی ہے:

۱- اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ (النحل: ۱۰۶) جو (کفر پر زبردستی) مجبور کیا جائے۔

اس جملہ میں صرف مجبور شخص کو مُستثنےٰ کیا گیا ہے یہ تو معلوم ہے ہی کہ انسان کی مجبوری کا تعلق صرف زبان یا عمل سے ہے رہی دِل کی کیفیت۔ تو اس میں کوئی شخص کسی کو مجبور نہیں کر سکتا۔

۲- ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا یہ اس لیے کہ انہوں نے دُنیا کی زندگی کو

الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ (النحل: ۱۰۷) آخرت کے مقابلے میں عزیز رکھا۔

اس آیت میں اللہ نے تصریح فرما دی ہے کہ یہ کفر اور عذاب اعتقاد یا جہالت یا دین سے بغض و عداوت، یا کفر سے محبت کے باعث نہیں تھا۔ بلکہ اس کا سب سے بڑا سبب دُنیا کی لذتوں میں گرفتار ہونا تھا۔ جس کی وجہ سے انسان نے دُنیا کو دین پر ترجیح دی۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ والحمد للہ رب العالمین

وصلی اللہ علی محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

ہم وہی اسلام چاہتے ہیں جس کا عملی نمونہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا ہے۔

ـــــــ جمعیۃ اہل حدیث جموں وکشمیر

ایک مرتبہ کسی شخص نے امام ابو حنیفہؒ سے معلوم کیا کہ آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی مخالفت کرتے ہیں ؟

امام ابو حنیفہ رحؒ نے جواب دیا :

" ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی مخالفت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ان ہی کے ذریعہ تو ہمیں عزت بخشی ہے اور ان ہی کے باعث عذاب جہنم سے بچایا ہے۔"

(الانتقاء لابن عبد البر ص ۱۴۰، ۱۴۱)